رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۴۵

قُل اِنَّ الفَضلَ بِيَدِ اللهِ يُؤتِيهِ مَن يَشَاءُ ؕ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

دین کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسىٰ اَن يَبعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحمُودًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

الفضل

مضامین بنام ایڈیٹر

کاروباری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہو

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام مسیح موعود)

Digtized by Khilafat Library

قیمت سالانہ پیشگی [illegible]

جلد ۷ | ۲۔ اگست سنہ ۱۹۱۹ء | مطابق ۴ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۷ھ | نمبر ۱۰

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح۔ اخبار احمدیہ ۱
نظم (احمدیہ مظفر شاہ)
احمدیان مالابار کے متعلق
کس نے کی۔ مولوی محمد علی صاحب ۳
آریہ گزٹ کی نصیحت ۴
خطبہ جمعہ (دینی کاموں میں دوام) ۵
انجمن اصلاح ... کی تبلیغی ۶
انگریز صاحب ... غور کریں ۷
سرحدی شورش ۱۱
اشتہارات ۱۲

مدینۃ المسیح علیہ السلام

صحت حالت اچھی ہے۔ بارشیں ہوتی ہیں۔ درمیان میں ایک آدھ روز کا وقفہ بھی ہو جاتا ہے۔ دارالامان آجکل ایک جزیرہ کی صورت میں ہے۔ ہر روز شام کے وقت سطح آب پر سیر اک عالم آب کا لطف اٹھاتے ہیں۔ ہمارے ساحلی علاقوں کے نوجوان کبھی کبھی اپنے فن پیراکی کے جوہر دکھاتے ہیں۔

ہفتہ مختتمہ امروزہ تک احباب ذیل تشریف لائے۔ شیر محمد صاحب لودہانہ سے۔ فیض اللہ صاحب جالندھر سے۔ کرم الٰہی صاحب گوجرانوالہ سے۔ محمد احمد بی۔ اے اور منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلہ سے۔ ولی محمد صاحب کو دستعمبوری سے۔ غلام محمد صاحب امرتسر سے۔ ڈاکٹر عبدالغنی صاحب بازید چک سے۔ خدا بخش صاحب جہلم سے۔ امام الدین صاحب سیالکوٹ سے۔ محمد یعقوب صاحب

اخبار احمدیہ

کوائف مالابار

ارکل راجہ صاحب نے جن کو دو خط اردو اور عربی روانہ کئے گئے۔ ان کا جواب نہیں دیا۔ ہمارے سکرٹری صاحب اس کے وزیر سے ملے اور دریافت کیا کہ ہمارے خطوں کا جواب نہیں ملا۔ تو انہوں نے کہا کہ راجہ صاحب جواب لکھوانے لگے تھے کہ مولوی ہمدانی صاحب تشریف لے آئے۔ اور راجہ صاحب کو منع کر دیا کہ تم ایسا نہ کرو ورنہ مفت کی مصیبت گلے پڑ جائے گی۔ ان کو جواب ہی نہ لکھو۔

کنانور کے قاضی القضاۃ نے بھی ہمارے عربی خط کا کوئی جواب نہیں دیا۔

اس ہفتہ میں دو مردوں اور چھ عورتوں نے بیعت کی۔

اس ہفتہ میں خاکسار اور حضرت مولوی صاحب پنگاڑی میں گئے۔ اور مولوی کنجی صاحب نے جو ہمارے خلاف غلط بیانیاں پھیلائی تھیں۔ انہیں سے اس امر کے متعلق کہ قادیان کے جلسہ کو میاں صاحب نے حج بنا دیا ہے۔ خاکسار کی گفتگو ہوئی۔ میں نے حضرت خلیفۃ المسیح کی پہلے ساری تقریر پڑھ کر سنائی۔ پھر بتایا کہ اگر قادیان میں حج ہوتا۔ تو طواف بھی ہوتا۔ قربانیاں ہوتیں۔ صفا مروہ بنی ہوئی ہوتی۔ مگر ان میں سے کچھ بھی نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے صرف یہ بتایا ہے۔ کہ جو کہ ہمارا ہر کام شریعت کے مطابق ضروری ہے۔ اسلئے قادیان میں جب جلسے پر آؤ تو رفث۔ فسوق۔ جدال نہ کرو۔ بلکہ اللہ کا ذکر کرو۔ میری تقریر کے دوران میں مولوی کنجی شور و شر اور ناشائستہ حرکات کرتا رہا آخروہ دوران تقریر میں سب لوگوں کو چھوڑ کر نماز عشاء کے لئے کھڑا ہو گیا

اسپر میں نے تمام لوگوں کے سامنے اعلان کر دیا کہ دیکھو مولوی صاحب نے بحث کرنے سے گریز کیا اور بھاگ گئے لوگوں نے اس کی شرارت کو خوب سمجھ لیا۔ دوسرے دن خاکسار اس کے ساتھ بحث کرنے کے لئے گیا۔ تو صاف انکار کر دیا کہ میں تو کسی گاؤں کو جا رہا ہوں اور بحث رہ گئی۔ بعض غیر احمدی لوگ گھر پر احمدیت کے متعلق دریافت کرنے کو آتے۔

آج کل موسم ٹھنڈا ہے۔ دو تین دن سے بارش کم ہے۔ برادرم ... قادر صاحب کے فرزند پیدا ہوا احباب اس کے لئے دعا فرماویں۔ والسلام

شیخ محمود احمد از ملک مالابار - ۱۲ جولائی ۱۹ء

احمدیان ریاست پٹیالہ کو اطلاع

جملہ احمدیان ریاست پٹیالہ کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ انجمن پٹیالہ بدستور سابق ضلع کی انجمن برقرار رکھی گئی ہے۔ اور سنور کی انجمن ضلع انجمن نہیں۔

خلیفہ رشید الدین۔ جنرل سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

انجمنہائے احمدیہ ضلع جالندھر و ہوشیارپور کو اطلاع

مولوی محمد علی صاحب المعروف بدوملہی اضلاع جالندھر و ہوشیارپور میں انجمنہائے احمدیہ کا حساب و کتاب پڑتال کرنے۔ چندہ وصول کرنے اور تبلیغ کرنے کی غرض سے بھیجے گئے ہیں۔ لہٰذا احباب ہر طرح سے ان کی امداد فرما کر مجھے شکر گذاری کا موقعہ عطا فرماویں والسلام۔

نیاز مند عبد المغنی صاحب و ناظر بیت المال قادیان

انجمن احمدیہ کوہاٹ کے سکرٹری

مرزا محمد حسین صاحب کے کوہاٹ سے چلے آنے پر مولوی سعد الدین صاحب مدرس گورنمنٹ ہائی سکول وہاں انجمن کے سکرٹری مقرر ہوئے ہیں۔

تلاش رشتہ

برادر نذیر علی صاحب سقہ ساکن سامانہ علاقہ پٹیالہ ایک مخلص اور پرانے احمدی ہیں۔ ان کی دو لڑکیاں قابل شادی ہیں اگر کوئی جگہ احمدی سقہ ہوں۔ تو وہ منشی فضل الرحمن صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ سامانہ محلہ ملکانہ سامانہ علاقہ پٹیالہ کی معرفت خط و کتابت کر سکتے ہیں۔

تلاش

حافظ نور محمد صاحب نابینا اپنا کچھ اسباب میرے پاس چھوڑ گئے ہیں۔ اور آج تک ان کا کچھ پتہ نہیں۔ جس کسی دوست کو معلوم ہو اطلاع دیں۔

ابراہیم احمدی۔ موضع سائلہ۔ ڈاکخانہ ڈنگہ ضلع گجرات

ضرورت

خاکسار کو اخبار الفضل کے حسب ذیل نمبر مطلوب ہیں۔ اگر کسی دوست کے پاس ہوں۔ تو حسب ذیل پتہ سے بھیجدیں۔ از حد ممنون ہوں گا۔ اور ان کے لئے دعا کروں گا۔ نمبر مطلوبہ یہ ہیں:- ۸۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۵ - ۹۶ جلد ...

راقم خاکسار محمد عثمان احمدی لکھنوی

رحمت منزل۔ احاطہ خانم نقیر محمد خان لکھنؤ

درخواست دعا

ایک احمدی رئیس جن کی ریاست سرحد پر ہے۔ ان کو سرحدیوں کے حملہ سے خطرہ ہے۔ احباب ان کے خاندان اور ریاست کی حفاظت کے لئے دردِ دل سے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی حفاظت میں رکھے اور دشمنوں کے شر سے بچائے۔

برادر محمد امیر صاحب چھاؤنی میرٹھ بیمار ہیں نیز سندھی شاہ صاحب چھٹی رساں کی اہلیہ بیمار ہے۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرماویں۔

نماز جنازہ

نعمت اللہ پسر محمد عبد اللہ صاحب اور عزیز الدین صاحب سہووال کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں۔

لندن جانیوالے مبلغ عدن میں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور ۲۵ر جولائی کا عدن سے چلا ہوا تار آج ۳۱ر جولائی موصول ہوا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ جناب چودھری فتح محمد صاحب اور ماسٹر عبد الرحیم صاحب بخیریت عدن پہنچ گئے ہیں۔

مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور شیخ محمود احمد صاحب ۲۳ر جولائی ۱۹۱۹ء کو مالابار سے مدراس پہنچ گئے۔

احمد مظہر شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(از مولوی محمد محفوظ الحق صاحب علمی احمدی)

احمد ہے برہان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جس سے کھلی شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہم کو زندہ بنانے آیا۔ آب حیات پلانے آیا
وہ بحر فیضان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اس نے خدا کی راہ بتائی آخری نبی کی شان دکھائی
ہے وہ مسیح زمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اسکے قدموں میں ہم جائیں اسکو سلام نبی پہنچائیں
تھا یہ ہمیں فرمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جسے ہوا انعام خدا کا جسکو ملا دامان مسیحا
اسکو ملا دامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آیۂ رحمت مرسل یزداں مظہر قدرت جلوۂ جاناں
آئینہ عرفان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

خوشیاں مناؤ۔ مژدہ سناؤ آنیوالا دولہا آیا
احمد مظہر شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ماحضر

محمد مہر و احمد ماہ اور محمود مہ پارا
ہے گردوں جہاں ہر احمدی ہو مثل سیارا

دفور کفر سے توحید تھی اک پیکر مردہ
دم عیسیٰ نے اسکو کر دیا پھر زندہ دوبارا

اٹھے گا عارض اسلام سے دم میں نقاب کفر
جھلک اپنی دکھانے کو ہے وہ حسن جہاں آرا

تڑپ سینوں میں ہے ایسی دلوں کو ہم ہلا دینگے
کہیں ہم برق ہونگے اور کہیں جلبت دو پارا

کریں تبلیغ حق اکناف عالم میں خوشا وہ دن
لوائے مصطفیٰ کے نیچے جب ہوگا جہاں سارا

صبا لیچل غبار آسا مجھے دامان احمد تک
مرے عصیان بیحد کا نہیں اسکے سوا چارا

محمد احمد احمدی (بی اے) کپور تھلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان - ۲ - اگست ۱۹۱۹ء

احمدیان مالابار کے متعلق دروغ بیانی کس نے کی؟ مولوی محمد علی صاحب نے۔

مولوی محمد علی صاحب کے شملہ جانے پر وہاں کے چند ایک غیر مبایعین نے یہ خبر بڑے زور اور وثوق کے ساتھ پھیلانا شروع کی۔ کہ مالابار کے چار سو احمدی بیعت فسخ کرکے ان کے ساتھ مل گئے ہیں اس کے متعلق جب ہمیں علم ہوا۔ اور ہم نے اس کی تردید کی تو پیام صلح نے ۱۵ جون ۱۹۱۹ء کے پرچہ میں الٹا ہم پر الزام لگایا کہ ہم نے اپنی طرف سے یہ بات بنا کر غیر مبائعین پر الزام لگانے کے لئے اخبار میں لکھ دی ہے۔ اس پر ہمیں ضرورت پڑی کہ اس خبر کے پھیلانیوالے کا سراغ لگائیں۔ اور خوشی کی بات ہے کہ اس سراغ رسانی میں ہمیں امید سے بڑھ کر کامیابی ہوئی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل مضمون سے ظاہر ہوگا۔

معلوم ہوتا ہے۔ بیچارے پیغام کو اپنے امیر مولوی محمد علی صاحب کی حالت کا اندازہ لگانے میں غلطی ہوئی۔ اس نے سمجھا ہوگا۔ اتنی بڑی غلط بیانی کے وہ مرتکب نہیں ہوسکتے۔ لیکن اب اسے ہماری شہادت سے نہیں بلکہ اپنے ہی آدمیوں کی شہادت سے معلوم ہوجائیگا کہ خود مولوی محمد علی صاحب نے مالابار کے چار سو احمدیوں کے بیعت فسخ کرنے کی خبر مشہور کی تھی جو کہ پیغام کے نزدیک بالکل غلط اور جھوٹ ہے اب ایڈیٹر صاحب پیام کو اس کے متعلق مولوی محمد علی صاحب پر حیرت کا اظہار کرنا چاہیئے۔ اور ان سے پوچھنا چاہیئے۔ کہ یہ خبر آپ نے کہاں سے سنی کس نے آپ کے کان میں آکر یہ بات کہدی۔ اور کب آپ کو اس کا پتہ لگا؟ کیونکہ ہمنے اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے کہ یہ خبر ہم نے اپنے پاس سے نہیں بنائی تھی۔ بلکہ اس کے بنانیوالے مولوی محمد علی صاحب تھے۔

تعجب ہے۔ مولوی محمد علی صاحب ایسے ذمہ دار شخص نے اتنی بڑی غلط بیانی کو شہرت دینے کی کیونکر جرأت کی۔ جس کی صحت سے پیام نے بھی انکار کردیا۔ کیا غیر مبائعین اپنے امیر کی اس حرکت سے عبرت حاصل کرینگے۔ (ایڈیٹر)

ہمنے غیر مبایعین سے متعدد دفعہ جب یہ خبر سنی کہ احمدیان مالابار سب کے سب بجز سو ڈیڑھ سو نفوس کے دامن خلافت احمدیہ سے روگرداں ہوکر منکرین خلافت حقہ کے ساتھ مل گئے ہیں۔ تو اسے ایک جھوٹی خبر سمجھ کر کچھ پروا نہ کی۔ کیونکہ تجربہ سابقہ مجبور کرتا تھا کہ ہم ایسی خبر کو منکرین خلافت و بانیان مسجد ضرار کی معمولی دروغگوئیوں میں شامل کردیں۔ لیکن جب یہ خبر زیادہ زور سے پھیلنے لگی۔ اور ہماری خاموشی سے احتمال ہوسکتا تھا۔ کہ منکرین خلافت خاموشی کو تسلیم کے مساوی نہ قرار دے لیں۔ اور نیز اس لئے کہ یہ غلط خبر بذریعہ ٹیلیفون بھی یہاں مشتہر کی جارہی ہے تو ہم نے کذب کے گرد و غبار کو دور کرنے کے لئے بحکم قرآنی اذا جاءکم فاسق بنبا فتبینوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی خدمت میں بذریعہ ایک خط کے عرض کی کہ اصل حالات سے مطلع فرمایا جاوے۔ اور ساتھ ہی لکھ دیا کہ منشی عبدالرحمن صاحب اس خبر کے راوی ہیں اور بڑے ہی وثوق سے وہ اس خبر کو بیان کرتے ہیں اور یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر یہ خبر غلط ہوئی۔ تو وہ اس خبر کے مشتہرین کو ... ... سمجھ لینگے۔ اس پر جب الفضل میں منکرین خلافت کی اس خبر کی تردید کی گئی۔ کہ ان (یعنی غیر مبایعین) کی طرف سے زبانی یہ مشہور کیا جارہا ہے کہ مالابار کے چار سو مبایعین ان کی طرف ہوگئے ہیں۔ اور اس جھوٹ کو فخریہ بیان کر رہے ہیں۔ تو پیام صلح نے بجائے مولوی محمد علی صاحب سے اس غلط بیانی کے متعلق پوچھ لینے کے جھٹ لکھ دیا کہ الفضل کا یہ بیان ہے۔ جو اس نے غیر مبایعین کی طرف منسوب کر دیا ہے کہ وہ یہ مشہور کررہے ہیں کہ چار سو مالاباری احمدی جماعت "محمود" سے نکلکر غیر مبایعین میں شامل ہوگئے ہیں۔ اور پیام نے مطالبہ کیا کہ الفضل اگر سچا ہے تو بتائے کہ اس نے یہ خبر کہاں سے پائی۔ اور راوی کون ہے؟ چنانچہ پیام کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ :-

"ہم پوچھتے ہیں کہ الفضل نے یہ زبانی روایت کہاں سے سنی۔ کس نے اس کے کان میں آکر یہ بات کہدی اور کب اس کو اس بات کا پتہ لگا۔ کہ اس بات کو فخریہ ہم بیان کررہے ہیں۔ حیرت ہے۔ خود اپنے پاس سے ایک بات بناتے ہیں۔ اور پھر ہم پر الزام دینے کے لئے اسکو اخبار میں لکھ دیتے ہیں"

اس پر الفضل نے ہماری چٹھی شائع کردی۔ اور ساتھ ہی لکھ دیا کہ آجکل چونکہ مولوی محمد علی صاحب شملہ میں ہی ہیں۔ اس لئے عجیب نہیں کہ منشی عبدالرحمن کا اس وثوق سے خبر دینا۔ مولوی محمد علی صاحب سے ہی سنکر ہو۔ الفضل کا یہ قیاس بالکل صحیح ہے۔ اور ہم ذیل میں غیر مبایعین کی اپنی شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ یہ غلط خبر غیر مبایعین میں سے کسی ایرے غیرے نے نہیں پھیلائی۔ بلکہ ان کے امیر مولوی محمد علی صاحب نے مشتہر کی۔ امید ہے کہ پیام ان شہادتوں کو پڑھ کر اگر اپنے قصور کا اعتراف نہ کریگا۔ اور اپنے امیر کو اس غلط بیانی کا مجرم قرار نہ دیگا تو شرمندہ ضرور ہوگا۔

پہلی شہادت

پہلی شہادت غیر مبایعین کی انجمن شملہ کے سکرٹری کی ہے۔ جو حسب ذیل ہے :-

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

میں اس امر کی تصدیق کرتا ہوں کہ جماعت مالابار میں سے بعد زن و فرزند چار سو محمودیت تائب ہوکر حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ ہوگئے اور میں نے اس خبر کو حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب سے سنا ہے۔

شیخ عبدالحق سکرٹری انجمن اشاعت اسلام شملہ"

دوسری شہادت

دوسری شہادت مخدوم محمد اشرف صاحب کی ہے۔ جو پیام پارٹی کے ایسے ممبر ہیں کہ مبایعین سے کلام کرنے کے بھی روادار نہیں۔ ایسی حالت میں ان سے شہادت لینا بہت ہی مشکل تھا۔ مگر اتفاقاً بعض غیر احمدی کلرکوں کے سامنے ڈاکٹر محمد حسین خان صاحب احمدی سے بات چیت کرتے ہوئے اعتراف کر لیا کہ بابت مالابار کے متعلق جو خبر تھا۔ وہ انہوں نے مولوی محمد علی صاحب سے سنی تھی۔ ان سے دوبارہ پوچھا گیا۔ کہ کیا واقعی یہ خبر آپ نے مولوی محمد علی صاحب سے ہی سنی تھی۔ تو فرمایا "ہاں" تب ان سے کہا گیا کہ آپ یہ لکھدیں تو انہوں نے اس بات کو ٹال دیا۔ مگر ہم نے سامعین میں سے دو کلرکوں سے اس واقعہ کو لکھا لیا۔ اور ان کی تحریر حسب ذیل ہے:۔

"منشی مخدوم محمد اشرف صاحب نے میرے روبرو یہ بیان فرمایا۔ کہ یہ خبر کہ مالابار میں میاں محمود احمد صاحب کی طرف کے چار سو آدمی ہماری طرف آگئے ہیں۔ ہمیں مولوی محمد علی صاحب سے معلوم ہوئی ہے۔ یعنی اس خبر کا ہم تک پہونچنے کا ذریعہ مولانا موصوف ہی ہیں"

محمد مظفر انصاری۔ میڈیکل برانچ شملہ

"مذکورہ بالا بیان میرے روبرو ہوا اور درست ہے"

محمد ابراہیم برنی۔ کلرک میڈیکل برانچ شملہ آرمی ہیڈکوارٹر شملہ

تیسری شہادت

تیسری شہادت منشی عبد الرحمن صاحب کی ہے۔ جو پہلے الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ منشی عبد الرحمن صاحب الفضل میں اپنے متعلق میرا خط پڑھ کر بہت طیش میں آئے۔ اور آپے سے باہر ہو گئے۔ اور فرمانے لگے کہ یہ خط جھوٹ لکھا گیا ہے۔ تب ان سے کہا گیا کہ آپ تمام خط کو جھوٹا کہدیں ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ لیکن آپ صرف یہ بتا دیں۔ کہ کیا آپ نے ہمیں یہ نہیں کہا تھا مالابار کے چار سو احمدیوں کے متعلق آپ کو مولوی محمد علی صاحب نے بتایا ہے منشی عبد الرحمن صاحب نے اسوقت غصہ کے باعث اس کا جواب دینے سے انکار کر دیا۔ اور کہدیا کہ میں اس خط کا جواب پیام میں چھپوا دوں گا۔ تب دیکھ لینا۔ ہمیں معلوم نہیں۔ کہ وہ خط انہوں نے شائع کرایا ہے یا نہیں۔ لیکن ہم بڑے زور سے کہتے ہیں کہ منشی عبد الرحمن صاحب نے بلاشبہ یہ کہا تھا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کے مالابار سے خط آیا ہے۔ اور میں وہ خط لا کر دکھا سکتا ہوں۔ اور یہ کہ خود مولوی محمد علی صاحب نے انہیں یہ بتایا تھا کہ مالابار میں چار سو مبایعین ان کی طرف ہو گئے ہیں اور ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ کبھی اس بات کا انکار نہ کریں گے۔ اس بات کے شاہد مبایعین میں سے بھی بعض احباب ہیں۔ جن کے سامنے منشی عبد الرحمن صاحب نے اقرار کیا تھا کہ بے شک مالابار کی خبر انہیں مولوی محمد علی سے ہی معلوم ہوئی تھی۔

ان شہادتوں کے پیش کرنے کے بعد کیا میں اُمید کروں کہ پیام صلح نے الفضل پر جو یہ الزام لگایا تھا کہ اس نے اپنی طرف سے یہ بات بنا کر شائع کر دی ہے۔ اسے واپس لے لیگا۔ اور اس غلط بیانی کو پھیلانیوالا مولوی محمد علی صاحب کو قرار دیگا۔

خاکسار محمد حسین احمدی۔ ملٹری ڈیپارٹمنٹ شملہ

آریہ گزٹ کی نصیحت

"ایک بھاری غلطی" کے عنوان سے ہمارے اور غیر مبایعین کے اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے ۲۴ جولائی کے آریہ گزٹ میں لکھا گیا ہے کہ:۔

"ہم ان سے درخواست کرتے ہیں کہ آپس میں اصولی کے خواہ کتنے ہی جھگڑے ہوں۔ اس قسم کے غلط الزام ایک دوسرے پر نہ لگانے چاہئیں"

معلوم نہیں۔ اس نصیحت فرمائی کی آریہ گزٹ کو کیوں ضرورت پیش آئی۔ ہم دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے آجتک کوئی جھوٹا الزام غیر مبایعین پر ہرگز نہیں لگایا گیا۔ گذشتہ ایام کی شورش میں ان لوگوں کے حصہ لینے کے متعلق ہم نے جو کچھ لکھا وہ واقعات کی بناء پر لکھا اور محض اس لئے لکھا۔ کہ ان کے ناروا افعال کا اثر جماعت احمدیہ پر نہ پڑے اور یہ سمجھا جائے کہ ان لوگوں نے جو کچھ کیا وہ بانی سلسلہ احمدیہ کی تعلیم سے علیحدہ ہو کر اپنے نفسانی خیالات کی بناء پر کیا۔ اس ضرورت اور حاجت سے مجبور ہو کر ہمیں ان واقعات کا ذکر کرنا پڑا۔ جو غیر مبایعین کے ذمہ وار اصحاب سے شورش کے دنوں میں سرزد ہوئے۔ باقی رہا ان واقعات کا غلط یا درست ہونا۔ اگر وہ غلط ہیں تو واقعی ان کا پیش کرنا نامناسب بات ہے۔ لیکن اگر صحیح ہیں اور وہ قطعی صحیح ہیں کیونکہ غیر مبایعین ہرگز ان کی تردید نہیں کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں۔ تو ہمعصر آریہ گزٹ کی نصیحت بالکل بے موقع اور بے محل ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا آریہ گزٹ اپنی اس نصیحت پر اسوقت عمل کرتا۔ جبکہ اس نے محض دشمنی اور عداوت سے ایڈیٹر صاحب پرکاش کی لڑکی ساوتری دیوی کے نام سے بعض ایسے خطوط شائع کئے تھے جنکے متعلق اس کا اپنا بیان یہ تھا۔ کہ ان کا شائع کرنا "اپنے ہاتھوں اپنی مٹی پلید" کرنے کا مصداق بننا ہے۔ ہم نے اسی وقت جہاں باغیرت آریہ صاحبان کی اس طرف توجہ مبذول کرائی تھی۔ وہاں آریہ گزٹ کو بھی اس کی اس حرکت پر شرم دلائی تھی۔ جس کا فوری نتیجہ تو یہ ہوا۔ کہ آریہ گزٹ جو اسی قسم کے متعدد خطوط اپنی تحویل بتاتا تھا۔ اور ان کو شائع کرنے پر تلا ہوا تھا۔ ان کی اشاعت سے رک گیا۔ اور اب جبکہ اسی لڑکی کی شادی ہوئی۔ تو سب سے پہلے آریہ گزٹ نے ہی مندرجہ ذیل الفاظ میں اس کا اعلان کیا کہ:۔

"۱۳ جولائی کی شام کو امرت دھارا بھون میں مہاشہ کرشن جی بی اے کی سپتری ساوتری دیوی کا ویواہ مراد آباد کے مہاشہ ہرنام جی کے ساتھ ہوا"

کیا ان الفاظ سے ظاہر نہیں کہ آریہ گزٹ خطوط شائع کرنے کی حرکت پر خود پشیمان ہے۔ اور اب اس کا ازالہ کر رہا ہے۔

اُمید ہے اب جبکہ آریہ گزٹ خواہ مخواہ دوسروں کو غلط الزام لگانے سے منع کرنے کی تکلیف برداشت کر رہا ہے خود بھی کسی پر ہر قسم کے غلط الزام لگانے سے باز رہے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

دینی کاموں میں دوام کی ضرورت

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۱۸- جولائی ۱۹۱۹ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

انسان اپنے آرام اور اپنی راحت کے لئے بہت کچھ کوشش کرتا ہے۔ اور بڑی بڑی مشکلوں اور سختیوں سے گذرتا ہے۔ ایسے شخص کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ نادان ہے، کیونکہ آرام حاصل کرنے کیلئے تکلیف اٹھاتا اور مشکلات برداشت کرتا ہے۔ تکلیف اور آرام تو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ آرام تکلیف نہیں بن سکتا۔ اور تکلیف آرام نہیں ہو سکتی۔ لیکن پھر بھی کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ فلاں آدمی کیسا نادان ہے۔ کہتا ہے آرام حاصل کرنے کے لئے تکلیف اٹھا رہا ہوں۔ مثلاً علم حاصل کرنیوالا راتوں کو جاگتا۔ اور اپنا آرام قربان کرکے علم پڑھتا ہے۔ اس سے اگر پوچھو کہ تو کیوں تکلیف اٹھاتا ہے۔ تو وہ کہیگا۔ آرام حاصل کرنے کے لئے۔ اس موقعہ پر ان لوگوں کو جانے دو۔ جو علم علم کے لئے حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ آجکل اکثر وہی ہوتے ہیں۔ جو آرام اور دولت حاصل کرنے کے لئے علم پڑھتے ہیں۔ تو ایک ایسا شخص جو عزت۔ دولت۔ وسعت اور آرام کے لئے پڑھنے کی تکلیف برداشت کرتا ہے۔ اسے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ تم

سکھ حاصل کرنے کے لئے دکھ

میں کیوں پڑتے ہو۔ وہ آئندہ ملنے والے سکھ کے لئے فوری دکھ میں پڑتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ دکھ عارضی ہے۔ اور وہ سکھ اس کی ساری زندگی تک چلا جائیگا۔ جسطرح دنیاوی سکھ حاصل کرنے کے لئے انسان کو تکالیف میں پڑنا پڑتا ہے۔ اسیطرح دین کے معاملہ میں بھی بہت سی تکالیف سے گذرنا پڑتا ہے اور میرے خیال میں تو ایک رنگ میں

جہنم سے گذرنا

پڑتا ہے۔ دینداروں کے لئے تو پہلے ہی قرآن نے یہ فتویٰ دے دیا ہوا ہے۔ کہ دنیا میں ان کے ایمانوں کی آزمایش کی جائے گی۔ اور ان کے اقوال کو جانچا جائیگا۔ اور ان کے دعووں کو اسیطرح پرکھا جائیگا جسطرح لوہے کو آگ میں ڈال کر پرکھا جاتا ہے اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ ادھر کوئی ایمان لائے۔ اور ادھر اسے آرام و آسایش حاصل ہو جائے ادھر اسلام قبول کرے۔ اور ادھر اسے دنیا کی آسایش حاصل ہو جائے۔ اسمیں شک نہیں کہ اگر کوئی سچے دل سے ایمان لائے۔ تو اسے قلبی راحت اور سکھ ملجاتا ہے مگر دنیاوی نہیں ملتا۔ چنانچہ قرآن کریم کہتا ہے:- اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (۲۹-۱) کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ صرف اتنا کہدینے سے انہیں چھوڑ دیا جائیگا کہ ہم ایمان لائے۔ حالانکہ ان کی آزمایش نہیں کی جائیگی۔ انہیں سے کھرے اور کھوٹے کو علیحدہ نہیں کیا جائیگا۔ مضبوط اور کمزور کو جدا نہیں کیا جائے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اس طرح نہ کبھی پہلے ہوا ہے۔ اور نہ اب ہوگا۔ یہ تو قرآن کریم کا فتویٰ ہے۔ پھر ہم عملاً دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے سچا دین قبول کیا۔ ان کے لئے فوراً ہی آرام اور سکھ کا راستہ نہیں کھولا گیا۔ بلکہ پہلے پہل تو یہی ہوا۔ کہ جو کچھ ان کے پاس تھا۔ وہ بھی انہیں دینا پڑا۔ اگر بڑے گھروں والے تھے۔ تو دین قبول کرنے کے بعد بجائے اس کے کہ ان کے محل بنجاتے۔ وہ گھر بھی انہیں چھوڑنے پڑے۔ اگر قوموں میں معزز تھے۔ تو دین قبول کرنے کے بعد بجائے اس کے کہ بادشاہ اور حکمران بنجاتے انہیں پہلی عزتیں بھی چھوڑنی پڑیں۔ اور ذلیل سمجھے گئے۔ اگر مالدار تھے۔ تو دین قبول کرنے کے بعد بجائے اس کے کہ ان کا مال دگنا۔ چوگنا۔ بیس گنا اور ہزار گنا ہو جاتا۔ اس کو بھی ترک کرنا پڑا۔ اگر لوگوں سے تعلقات تھے۔ تو دین قبول کرنے کے بعد بجائے اس کے کہ ان کے تعلقات وسیع ہو جاتے وہ بھی کٹ گئے۔ غرض جو راحت۔ آرام۔ عزت۔ دولت اور رسوخ انہیں حاصل تھا۔ وہ بھی جاتا رہا اور بجائے فوراً سکھ ملنے کے بظاہر انہیں دکھ ملا یہی حال رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت ہوا۔ یہی حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت ہوا حضرت موسیٰ ؑ کے وقت تو یہاں تک حالت پہونچ گئی کہ ان لوگوں نے گھبرا کر کہدیا۔ موسیٰ تمہارے آنے سے ہمیں نقصان ہی پہنچا ہے۔ تو تو کہتا تھا کہ تمہیں کنعان کی زمین ملیگی۔ تم بادشاہ بنائے جاؤگے ابراہیم ؑ کو جو وعدے دئے گئے تھے۔ وہ تم سے پورے کئے جائینگے۔ تم ابراہیم ؑ اور یعقوب ؑ کے وارث ہوگے۔ لیکن ہم تو تیری وجہ سے اپنے باپ۔ دادا کی وراثت سے بھی جاتے رہے۔ پہلے سے زیادہ مشقت برداشت کر رہے ہیں۔ تو چونکہ حضرت موسے ؑ کو قبول کرنے پر فوراً ان کے دکھ بڑھ گئے۔ اسلئے وہ جو اس مسئلہ کو جانتے تھے کہ

محبوب کی خاطر تکلیف

اٹھانے سے ہی انعام ملتا ہے۔ انہوں نے تو پیش آنے والی مشکلات کو صبر اور استقلال سے برداشت کیا۔ لیکن جو اس نکتہ سے ناواقف تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ موسےٰ ؑ کا آنا ہمارے لئے تکلیف اور مصیبت کا باعث ہوا ہے۔ ایسا ہی حضرت ابراہیم ؑ اور حضرت عیسیٰ ؑ کے وقت ہوا۔ اور چونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ ہماری سنت ہے۔ اسلئے ہم خیال نہیں کر سکتے۔ کہ کسی نبی کے وقت بھی اس کے خلاف ہوا ہو بلکہ اسی طرح ہوتا رہا ہے۔ کہ ابتدا میں نبیوں اور ماموروں کے ماننے والے دکھوں اور تکلیفوں میں ڈالے گئے۔ اور اس کے بعد انہیں کامیابی حاصل

ہوئی - یہ تو ان ابتلاؤں کی بات ہے - جو خدا تعالےٰ کی طرف سے آتے - مگر ان کے علاوہ اور بھی ابتلاء ہیں - جو بندہ خدا کے حکم کے ماتحت خود اپنے اوپر وارد کرتا ہے - مثلاً نماز - روزہ - زکوٰۃ - حج - صدقہ اخلاق فاضلہ اور دیگر تمدن و معاشرت کے متعلق احکام کی پابندی یہ بھی

ایک قسم کے ابتلاء

ہی ہوتے ہیں - کیونکہ انسان فطرتاً آرام کی خواہش کرتا ہے - لیکن ان باتوں کے لئے اُسے کچھ نہ کچھ محنت اور تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے - احسب الناس والی آیت میں جن ابتلاؤں کا ذکر ہے - وہ تو کچھ مدت کے لئے ہوتے ہیں - چنانچہ خدا تعالےٰ نے اسی آیت میں بتا دیا ہے کہ اسی وقت تک ہوتے ہیں - جب تک انسان کا تجربہ اور آزمائش نہ ہو لے جب ہو جائے - تو پھر ان سے آزاد کر دیا جاتا ہے مال و دولت - حکومتیں اور بادشاہتیں - رشتہ دار اور تعلقدار سب مل جاتے ہیں - اور پہلے سے بہت زیادہ مل جاتے ہیں - مگر یہ ابتلاء جو انسان خود اپنے نفس پر وارد کرتا ہے - یہ ہمیشہ اس کے ساتھ چلتے ہیں - اور اسوقت تک کہ رُوح جسم سے الگ نہیں ہو جاتی - ساتھ ہی رہتے ہیں - لیکن ان کی وجہ سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ علم کے حاصل کرنے کے لئے رات کو پڑھنے والا دُکھ اور تکلیف میں پڑا ہوا ہے کیونکہ پڑھنے کی تکلیف اُٹھانے کا زمانہ اس زمانہ کے مقابلہ میں تھوڑا ہوتا ہے - جبکہ علم سے آرام حاصل کیا جاتا ہے - اسی طرح وہ زندگی جس میں

آرام پانے کی خاطر

انسان اپنے اوپر ابتلاء وارد کرتا ہے - چونکہ دنیا کی زندگی کے مقابلہ میں بہت بڑی ہوتی ہے - اس لئے اس کے لئے کوئی محنت برداشت کرنا اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنا نہیں ہوتا - پھر جسطرح علم حاصل کرنے والے کو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ بیوقوف ہے - آرام کرنے کی بجائے راتوں کو جاگتا اور محنت کرتا ہے - اسی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا - کہ خدا کے فضل اور رحمت کو ڈھونڈنے والا نادان ہے کہ کئی قسم کے ابتلاء اپنے اوپر ڈال لیتا ہے کیونکہ جو نسبت علم حاصل کرنے کے زمانہ کو آرام اور فائدہ حاصل کرنے کے زمانہ سے ہے - اس سے بہت زیادہ اس زمانہ کو جو انسان اس دنیا میں گذارتا ہے اس زندگی سے ہے - جو آیندہ ملنے والی ہے - کیا بلحاظ عزت اور رتبہ اور فائدہ کے اور کیا بلحاظ عرصہ اور مُدّت کے وہ زندگی اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ

دنیا کی زندگی

اس کا کچھ مقابلہ ہی نہیں کر سکتی - بس نادان ہے وہ شخص جو یہ کہے کہ آیندہ کی زندگی حاصل کرنے کے لئے کون ان ابتلاؤں میں پڑے - اور مصیبت اُٹھائے کسی نے کہا ہے ؎

درد سر کے واسطے صندل لگانا ہے مفید
اس کا گھسنا اور لگانا درد سر یہ بھی تو ہے

لیکن یہ نادانی کی بات ہے - بیشک گھسنا درد سر ہے مگر جیں درد سر کے لئے صندل کا لگانا مفید ہے اس کے لئے اگر گھسنے اور لگانے کا درد برداشت نہ کیا گیا تو وہ بہت بڑھ جائیگا - اور پھر بہت تکلیف کا موجب ہوگا - اسی طرح بے شک علم پڑھنا تکلیف کا باعث ہوتا ہے - لیکن نہ پڑھنا ساری زندگی کی تکلیف کا موجب بنتا ہے - تو اس میں شک نہیں کہ نماز - روزہ زکوٰۃ - حج اور دوسرے دین کے احکام پر عمل کر کے

پُورا مُسلمان بننا مشکل ہے

کیونکہ بہت دفعہ عزت - مال اور رشتہ دار راستہ میں روک بنجاتے ہیں - بہت دفعہ خیالی غیرت روک بنجاتی ہے - اور بہت دفعہ نفسانی خیالات اور خواہشات روک بنجاتی ہیں - مگر باوجود اس کے پورا مسلمان بننے سے گھبراتے ہیں - وہ چونکہ بہت بڑے ہیں اس لئے کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا - کہ دینی احکام کو بجالانے کی تکلیف برداشت نہیں ہو سکتی - لیکن چونکہ دنیا میں دس بیندرہ سال محنت کر کے علم حاصل کرنے کے بعد فائدہ حاصل کیا جاتا ہے - اور مذہب کے متعلق جیسا کہ پہلے بتایا ہے جب تک

جان میں جان

ہو - اسوقت تک محنت اٹھانا پڑتی ہے - اس لئے بہت لوگ اس محنت کو برداشت کرنے سے گھبرا جاتے ہیں - ابھی جو بہت بڑی جنگ ختم ہوئی ہے - اس میں جو طاقتیں لڑ رہی تھیں - انہوں نے اپنے نوجوانوں کو اس لڑائی کی بھٹی میں پھینک دیا - اپنے بڑے بڑے تجربہ کار لوگوں کو اس میں ڈال دیا - اپنے ملک کی پیداوار - صنعت و حرفت - تجارت اور زراعت غرض جو کچھ کسی کے پاس تھا - اسی کو اس آگ میں ڈالدیا گیا - اور کسی چیز کی قربانی کرنے سے دریغ نہ کیا گیا - مگر ان لڑنے والی طاقتوں میں سے ہر ایک کا یہی قول ہوتا تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں لڑائی ختم ہو جائیگی اور زیادہ سے زیادہ سات سال کا اندازہ لگایا جاتا تھا تو چونکہ ان کے سامنے تھوڑا عرصہ تھا - جسمیں انہیں محنت کرنا تھی - اس لئے سخت سے سخت محنت بھی انہوں نے برداشت کی - تاکہ اس تھوڑے عرصہ کی محنت کا فائدہ دیر تک اُٹھا سکیں - ان ممالک کے بڑے بڑے آدمی جب نوجوانوں کو خدمت کے لئے بلاتے تو کہتے کہ چند روزہ بات ہے - پھر آرام حاصل ہو جائے گا - اس سے ان کے جوش بڑھتے اور وہ پورے زور سے کام کرتے تھے - لیکن جن لوگوں کو

اسلام کی خدمت

کے لئے بُلایا جاتا ہے - ان کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ چند دن کے بعد تمہارا کام ختم ہو جائیگا - اگر یہ کہا جائے - تو یہ ایک دھوکہ اور فریب ہے - کیونکہ دین کے کام موت کی گھڑی تک چلتے ہیں - پس جو شخص تمہیں یہ کہے کہ دین کی خدمت چند سال تک کرنی پڑیگی - اور پھر اس سے آزادی حاصل ہو جائیگی - وہ جھوٹ کہتا ہے یہ بوجھ ہے یا جو کچھ - یہ موت تک کے لئے ہے - اگر نماز کچھ سال پڑھنے کے بعد معاف ہو سکتی ہے - اگر روزے کچھ مدت کے

بعد معاف ہو سکتے ہیں۔ اگر زکوٰۃ کچھ عرصہ کے بعد معاف ہو سکتی ہے۔ اگر حج معاف ہو سکتا ہے تو دین کے دوسرے احکام بھی معاف ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر یہ احکام جو انسان ہی کے فائدہ کے لئے ہیں۔

موت تک ساتھ

چلتے ہیں تو پھر کوئی بھی دینی حکم ایسا نہیں۔ جو جدا ہوتا ہو بے شک بعض احکام ایسے ہیں۔ جن کی حد بندی کر دی گئی ہے۔ مثلاً حج ہے جس پر فرض ہو۔ اگر ایک دفعہ کر لے تو پھر اس پر فرض نہیں رہتا۔ مگر یہ معین کر دیا گیا ہے کہ حج ایک ہی دفعہ کرنا فرض ہے۔ اور جو معین نہیں یعنی نفل کے طور پر حج ہوتا ہے۔ وہ ساری عمر کیا جاتا ہے تو وہ احکام جن کی کوئی حد بندی نہیں کی گئی۔ بلکہ غیر معین ہیں وہ کسی طرح بھی جیتے جی ہٹ نہیں سکتے۔ اس لئے میں اپنی جماعت کے لوگوں کو

ایک خاص نصیحت

کرتا ہوں کہ جب وہ دین کی خدمت کے لئے کھڑے ہوئے ہیں تو یاد رکھیں کہ ایک دن کے لئے نہیں۔ دو دن کے لئے نہیں بلکہ ساری عمر کے لئے کھڑے ہوئے ہیں مگر افسوس بہت لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم چند دن کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ اس کے لئے اپنی تاریخ کو دیکھو۔ مثلاً اخباروں کے فائل ہیں۔ ان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۲ء میں دو تین آدمی بڑے زور کے ساتھ لکھنے والے ہونگے۔ لیکن اس کے بعد ان کا کوئی پتہ نہیں چلیگا۔ اور پھر اور نکل آئینگے۔ مگر وہ بھی ایک آدھ سال کے بعد غائب ہو جائینگے۔ غائب ہونے والے مر نہیں جاتے۔ زندہ ہوتے ہیں۔ مگر

عملی زندگی

سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ اور ان کے جوش بیٹھ جاتے ہیں۔ اسی طرح اور کاموں میں نظر آتا ہے۔ چندوں میں بھی یہی حال ہے۔ آج سے پہلے جو شخص زیادہ چندہ دیتے تھے۔ ان میں کمی آگئی۔ مگر اور پیدا ہو گئے۔ جو زور سے دینے لگ گئے۔ یہ علامت ہے اس بات کی کہ انہوں نے سمجھا نہیں کہ دین کی خدمت تمام زندگی میں کرنا ہوتی ہے۔ بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کچھ مدت جو ہم نے کام کیا ہے۔ تو اب ہمارے آرام کا وقت آگیا ہے۔ دراصل انہوں نے اپنے کام کرنے کے وقت کا اندازہ غلط لگایا ہے۔ اور اس غلطی کی وجہ سے انہیں ٹھوکر لگتی ہے۔ دیکھو جس طرح ایک طالب علم جس کے لئے چھ گھنٹے روزانہ سکول میں پڑھنا ضروری ہے وہ اگر دو گھنٹے کے بعد سکول سے چلا آئے۔ تو سزا پائیگا۔ اسی طرح دین کی خدمت کے لئے بھی

ایک وقت مقرر ہے

جو شخص اس سے پہلے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتا ہے وہ غلطی کرتا اور سخت نقصان اٹھاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے ایک شخص دریا میں کود کر پار جانے کے لئے تیرتا جاتا ہے مگر جب کنارے کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ تو بجائے اس کے کہ آگے بڑھے وہیں آرام کرنے کے لئے ٹھہر جاتا ہے بہت ممکن ہے کہ وہیں مگرمچھ ہو اور اسے کھا لے یا پانی بہا کر لیجائے۔ اس کے لئے یہی ضروری ہے کہ کنارے پر جا کر آرام کرے۔ اسی طرح وہ شخص جو دین کی خدمت کرتا ہے وہ اگر

وقت سے پہلے

بیٹھ جاتا ہے۔ تو یقیناً اپنے آپ کو تباہ کر لیتا ہے پس جو لوگ دینی کام کرنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کام کے لئے دنیا میں کوئی عمر مقرر نہیں کہ کچھ مدت خدمت کرنے پر وہ چھوڑ سکیں دنیا میں کسی وقت بھی دینی کام کو چھوڑنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی آدھا کام کر کے چھوڑ دے۔ اور بعینہ اس عورت کی مثال ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے کہ خود سوت کاتتی اور پھر خود ہی اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ٭

خدا تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ خدا کے لئے جو خدمت کریں اس کے کرنے میں دوام اور قیام کی طاقت دے اور اس سے ہٹ جانے اور اس کو چھوڑ دینے سے بچائے ٭

انجمن احمدیہ نیروبی کی تبلیغی مساعی

"ہمارے وہ احباب جو بسلسلہ ملازمت ملک افریقہ میں قیام پذیر ہیں۔ انہوں نے باقاعدہ اور ایک انتظام کے ماتحت مل کر تبلیغی کوششیں جاری رکھنے کے لئے انجمن قائم کی ہے۔ جس کا مقام نیروبی ہے حال میں اس انجمن کی رپورٹ ہمارے پاس برائے اشاعت موصول ہوئی ہے۔ جسے ہم ذیل میں درج کرتے ہوئے اُمید رکھتے ہیں کہ احباب اس انجمن کی ترقی اور استحکام کے لئے دعا کرینگے۔ اور جہاں کوئی انجمن قائم نہ ہو۔ وہاں اس کے قیام کے لئے کوشش کی جائیگی۔ کیونکہ مل کر کام کرنے سے جیسے اچھے نتائج رونما ہو سکتے ہیں ویسے انفرادی کوششوں سے ہرگز نہیں ہو سکتے"

(ایڈیٹر)

کچھ عرصہ ہوا۔ یہاں ایک امریکن لیکچرار آیا۔ اور چند لیکچر مذہبی مضامین پر دئے۔ ابتدائی لیکچروں میں تو اس نے عیسویت کی کمزوریوں کو بڑی وضاحت سے بیان کیا مگر آخری روز اس نے اسلام اور دیگر مذاہب پر نہایت بیباکانہ حملہ کیا۔ اور کہا کہ دنیا میں کوئی مذہب خواہ اسلام ہو یا کوئی اور۔ عیسویت کے مقابلہ پر ہیچ ہے اور اس کی دلیل اقوام مغربی کی دنیاوی ترقی دی۔ ہماری انجمن کے چند ممبر بھی وہاں موجود تھے۔ جنہوں نے مکرمی اخویم ملک محمد حسین صاحب کو مقرر کیا کہ لیکچرار سے چند سوال پوچھیں۔ چنانچہ لیکچر کے خاتمہ پر مناسب سوالات کئے گئے۔ جن کے جواب میں لیکچرار نے سوائے چند ڈھکوسلوں کے کچھ بیان نہ کیا۔ اس کا حاضرین پر بہت اچھا اثر ہوا۔ چونکہ معاملہ ایسا تھا کہ چند منٹ میں اس کا طے کرنا مشکل تھا۔ اس لئے ہم نے بمشورہ اس مجلس میں جہاں کثرت سے انگریز اور مغربی لوگ موجود تھے۔ لیکچرار کو چیلنج دیا کہ ہم اس کے ساتھ "اسلام اور عیسویت میں سے کونسا مذہب اعلےٰ ہے" کے مضمون پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ اور بحث بھی پبلک میں۔ مگر اس مجمع کے میر مجلس

نے اسبات کو یہ کہکر رد کردیا۔ کہ یہ وقت چیلنج کیواسطے نہیں۔ اسطرح لیکچرار کی مجمع میں جواب دینے سے جان چھوٹ گئی۔ مگر ہم نے اختتام جلسہ پر لیکچرار سے ملاقات کے لئے وقت طلب کیا۔ اور ملاقات کا وقت دوسری صبح ۸ بجے مقرر ہوا۔ وقت مقررہ پر لیکچرار صاحب تشریف لائے۔ اور خاکسار ملک محمد حسین صاحب نے اس سے بات چیت کی۔ ہم نے اس کو گذشتہ شب کے الفاظ یاد دلائے۔ لیکن ہمیں سخت تعجب ہوا جب اس نے کہا "I said nothing against Islam"

میں نے تو اسلام کے برخلاف کچھ نہیں کہا تھا۔ اور کہنے لگا کہ میں اسلام کو ایک اچھا مذہب خیال کرتا ہوں مگر ہم نے اتمام حجت کے لئے پھر تحریری چیلنج دیا (کاپی ارسال خدمت ہے) جس کو پڑھکر وہ کہنے لگا۔

"ترجمہ۔ میں عیسویت کی فضیلت اسلام پر ہرگز ثابت نہیں کر سکوں گا۔ کیونکہ تاریخ میری تائید نہیں کرتی۔ اور نیز اسلام۔ اخوت عامہ کی تلقین کرتا ہے۔ مگر عیسویت ایسا نہیں کرتی۔" یہ کہہ چکنے کے بعد اسنے کہا کہ وہ ہمارے ساتھ تبادلہ خیالات تو کریگا۔ مگر چند شرائط کے ساتھ۔ ہم نے کہا۔ اسی طرح سہی۔ پھر کہنے لگا کہ آج تو مجھے تبلیغی دورہ پر نیروبی سے باہر کے مقامات پر جانا ہے۔ مگر جب میں واپس آؤں گا تو تمہارے ساتھ ضرور گفتگو کروں گا۔ نیز وعدہ کیا کہ کسمو سے ایک خط چیلنج کے جواب میں تحریر کرونگا مگر آج دو ماہ سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے۔ خط تو درکنار۔ اس کی خبر تک نہیں کہ کہاں ہے۔ ہم نے اسے انگریزی ٹریکٹ پیش کیا۔ جس کو اس نے بڑے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔

یہاں کے غیر احمدیوں نے ہمارے خلاف ایک جلسہ ۸ ؍ جون کو جامع مسجد نیروبی میں منعقد کیا جسمیں ان کے مولوی نے بعض غلط بیانیاں کیں۔ اور ہمارے بعض عقائد مثلاً غیر احمدی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنا وغیرہ بغیر بر اختہ اعتراضات کئے۔ مگر جب ہم نے جواب دینے کے لئے وقت طلب کیا۔ تو انکار کر دیا ؛

اسپر ہم نے ایک مختصر سا اشتہار اپنی انجمن کی طرف سے شائع کیا۔ جسمیں بعض باتوں کا مختصر جواب دیا گیا۔ آج تک غیر احمدیوں نے کوئی زیادہ بات اس معاملہ پر نہیں کی۔ اور امید نہیں کہ آئندہ کچھ کریں۔

گذشتہ جلسہ میں انجمن ہذا کا بر اسپکٹس تیار کیا گیا سید معراج الدین صاحب جو خدا کے فضل سے بڑے راسخ جوشیلے احمدی ہیں۔ ہندوستان سے واپس آگئے ہیں اور ان کو انجمن کا وائس پریذیڈنٹ اور خزانچی مقرر کیا گیا۔ سید صاحب موصوف انجمن کے کاموں میں نہایت دلچسپی سے حصہ لیتے ہیں۔ اور ایسا ہی باقی احباب۔ جزاہم اللہ تعم۔

انجمن نے پختہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ ایک دو ماہ کے عرصہ میں ایک عام تبلیغی جلسہ نیروبی میں منعقد کیا جاوے جس میں کوشش کی جاوے۔ کہ اس ملک میں جسقدر احمدی ہیں۔ سب شریک ہوں۔ اور تجاویز سوچی جاویں جس سے اس ملک میں تبلیغ اسلام کیجاوے۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالے ہمیں اس ارادہ میں کامیاب کرے کیونکہ یہ جلسہ اپنی قسم کا اس ملک میں پہلا ہو گا۔ اس لئے بعض دقتیں ضرور پیش آدینگی۔ مگر خدا کے فضل سے اُمید ہے۔ کہ وہ ضرور ہماری مدد کریگا۔

لائبریری کے واسطے سید معراج الدین صاحب بھائی سلطان محمد صاحب اور ڈاکٹر عبدالکریم صاحب نے خاصی تعداد میں کتابیں عطا کی ہیں۔ اور اسوقت لائبریری میں قریباً .. کے قریب کتب اور ٹریکٹ ہیں۔ قادیان جو روپیہ ڈاکٹر عبدالکریم صاحب کے ہاتھ روانہ کیا ہوا ہے اس کی کتب تاحال نہیں ملیں۔ امید ہے۔ جلدی وہ بھی مل جاوینگی۔ پھر انشاء اللہ کوشش کی جائے گی کہ خاص کمرے کر باقاعدہ لائبریری قائم کی جاوے جسمیں غیر احمدی وغیر مذاہب کے لوگ بھی آسکیں وما توفیقنا الا باللہ۔

لائبریری فنڈ میں حسب ذیل اصحاب نے چندہ بھجوایا

ماسٹر اللہ دتا صاحب	/5 شہ
بھائی سلطان محمد صاحب صاحبزادہ	/10 شہ
محمد حسین صاحب بٹ	/15
ملک محمد حسین صاحب۔ ملک احمد حسین	/25 شہ
غلام فرید صاحب۔	/10
نور الٰہی صاحب۔	/10
جماعت ممباسہ	/40
ڈاکٹر محمد علی خان صاحب (لامو)	/10
ڈاکٹر عبداللہ صاحب احمدی	/15
امام الدین صاحب۔	/10
ڈاکٹر سید ولایت شاہ صاحب (کریچو)	/20 شہ
عبدالواحد صاحب	/7
قمر الدین صاحب	/5
میرداد خان صاحب	/10
سید معراج الدین صاحب	/30
	25 شہ

مندرجہ بالا رقوم میں سے اکثر وصول ہو گئی ہیں شہ 25

خاکسار ملک احمد حسین سکرٹری انجمن احمدیہ نیروبی

اخگر صاحب ٹھنڈے دل غور کریں

اخبار الفقیہ امرتسر میں ایک سلسلہ مضمون "مرزائے قادیانی اور ختم نبوت" کے عنوان سے شائع ہو رہا ہے۔ جسمیں اخگر صاحب امرتسری کچھ اپنے دل کے پھپھولے پھوڑ رہے ہیں۔ ۵ جولائی کے الفقیہ میں آپ اول تو یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ :۔

"کیا مرزا صاحب کو مکالمہ الٰہی کا شرف حاصل تھا؟" اور پھر نہایت گرمی سے اس کی تردید کے لئے اپنے خیال میں زبردست اصولی بات یہ فرماتے ہیں کہ :۔

"یہ ایک ایسا دعوٰے ہے جس کی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی۔ ایک شخص دعوٰی کرتا ہے کہ میرے ساتھ خدا تعالے باتیں کرتا ہے یا میں نے خواب میں ایسا دیکھا تو اگر اس کا اعتبار نہ کیا جائے۔ اور اسے کہا جائے کہ ثبوت پیش کرو جس سے ثابت ہو کہ واقعی تم سے خدا باتیں کرتا ہے۔ یا واقعی تم نے ایسا خواب دیکھا ہے۔ تو

مدعی اس میں کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتا"
ہم اس کے متعلق مختصر طور پر عرض کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اخگر ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائینگے

پہلی بات یہ کہ اگر ایسے دعوٰی کی تردید یا تائید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی۔ تو اس دعوے کو کس مد میں شامل کیا جائے۔ عجیب بات ہے۔ کہ آج تک تمام منطق و فلسفہ بلکہ روزمرہ کی مسلمات کے لحاظ سے بھی دنیا بھر میں ہر ایک دعوٰی کے متعلق کسی شہادت سے تردید یا تائید کے دو پہلوؤں میں سے ضرور ایک پہلو اختیار کیا جاتا ہے۔ مگر اخگر دعوٰی مکالمہ الہیۃ کے متعلق بالکل نیا اور انوکھا خیال ظاہر فرما رہے ہیں کہ

"یہ ایک ایسا دعوٰے ہے۔ جس کی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی"

ہمیں تعجب ہے۔ کہ اخگر کیونکر ایسی بات فرماتے ہیں۔ کیا وہ اتنا بھی نہیں جانتے۔ کہ ہر دعوٰے کسی شہادت سے قابل تردید یا لائق قبول ہوتا ہے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ ہر شخص جانتا اور مانتا ہے۔

دوسری بات اگر مکالمہ الہیۃ کا دعوٰے ایسا ہی ہے۔ "جس کی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی" تو انبیاء و اولیاء نے دنیا کے سامنے اُسے کیوں پیش کیا۔ کیا خدا سے علم پانے والوں اور دنیا کو حق کی طرف بلانیوالوں کو لائق تھا۔ کہ ایسا دعوٰے کرتے "جس کی تائید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی" نیز ان کے منکرین اور مکذبین نے اگر اعتبار نہ کیا۔ تو وہ مجبور نہیں کئے جا سکتے کہ ضرور انہیں اور نہ کوئی عقلمند دنیا میں ایسا فتوٰے دے سکتا ہے۔ کہ ایسے مدعی کا بیان تسلیم کر لیا جاوے۔

تیسری بات مکالمہ الہیۃ سے شرف پانیوالے جھوٹے مدعی کیونکر قابل عتاب ہو سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے جناب اخگر کے نقطۂ خیال سے کوئی جرم نہیں کیا بلکہ ایسے امر کا دعوٰے کیا ہے کہ ایک پہلو سے "جس کی تردید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی" پھر ایسے مفتریوں کو ماننے والے بھی لائق ملامت نہیں ہو سکتے کیونکہ انہوں نے حسب خیال اخگر ایسے دعوٰی کو قبول کیا ہے "جس کی تردید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی"

چوتھی بات اگر مکالمہ الہیۃ کا دعوٰے ایسا ہی دعوٰے ہے "جس کی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی" تو سوال یہ ہے کہ گذشتہ کثیر التعداد انبیاء علیہم السلام اور لاکھوں اولیاء کرام کے دعوٰی مکالمہ الہیۃ کو دنیا کے اہل علم عقلمند اور ہمارے اسلاف نے کیوں قبول کر لیا۔ "جس کی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی" کیونکر اس کی تائید میں کھڑے ہو گئے۔ کیا انہوں نے ارتکاب جرم کیا۔

پانچویں بات مکالمہ الہیۃ کا دعوٰے اگر ایسا ہی ہے "جس کی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی" اور جیسا کہ اخگر لکھتے ہیں کہ "مدعی اس میں کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتا" تو دریافت طلب امر یہ ہے۔ کیا اخگر کے نزدیک انبیاء اولیاء جو مکالمہ الہیۃ کے مدعی تھے۔ کامیاب نہیں ہوئے۔ اگر کامیاب ہوئے تو یہ بات کیسی کہ "مدعی اسمیں کامیاب نہیں ہو سکتا"

چھٹی بات حضرت اقدس مرزا صاحب نے مکالمہ الہیۃ کا دعوٰے کیا۔ اور بقول مولانا اخگر یہ دعوٰے ایسا ہے "جس کی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی" پھر تعجب اور حیرت اور افسوس مولانا اخگر پر۔ کہ جس کی تردید کسی شہادت سے ان کے نزدیک نہیں ہو سکتی۔ اسی کی تردید کرنے کیلئے مضمون لکھتے ہیں اور تردید کرنے کے لئے پورا زور لگا رہے ہیں اتنا نہیں سوچتے۔ کہ "جس کی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی" اس کی تردید میں کیوں سر کھپائیں یہ بھی اسلام اور تقوٰے ہے۔ کہ عمل قول کے خلاف ہو۔ مولانا! کیوں اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوتے لم تقولون ما لا تفعلون ۔ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون ط

ساتویں بات مکالمہ الہیۃ کا دعوٰی ایسا ہے "جس کی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی" اگر مولانا اخگر کا اپنے اس قول پر اعتقاد و یقین ہے۔ تو جس طرح وہ دعوٰے مکالمہ الہیۃ کی تائید نہیں کرتے۔ انہیں لازم تھا کہ تردید بھی نہ کرتے۔ تاکہ قول و فعل مطابق اور زبان و دل موافق ہوتے اور معلوم ہوتا کہ جو وہ کہتے ہیں سچے دل سے اور صفائی طبع کے ساتھ کہتے ہیں۔

آٹھویں بات خدا کے نازل کردہ علوم کی تحقیر اور مامور الٰہی کی تکذیب سے انسان کم فہم ہو جاتا ہے۔ یوں فضول جوش سے خواہ انگارہ ہو جائے۔ لیکن فی الحقیقت وہ سرد اور جامد ہی رہتا ہے۔ وہ مخالفت کے شعلے بھڑکانے میں چاہے کتنا ہی تیز ہو۔ لیکن وہ نوری نہیں ہو سکتا۔ اور سچ سچ پوچھو تو کھری کھری بات یہ ہے۔ کہ مامور الٰہی کو جھٹلانے والوں کی عقل ماری جاتی ہے عبرت کی نگاہ سے دیکھو۔ کہ حضرت مولانا اخگر کیسی باتیں کر رہے ہیں ٭

نویں بات دعوٰے مکالمہ الہیۃ کے پرکھنے کے لئے واقعی معیار کیا ہے۔ اس وقت ہم اسکے متعلق کچھ نہیں لکھتے۔ ہاں اتنا کہدینا ضروری سمجھتے ہیں کہ مخالفین کو احمدی لٹریچر پوری توجہ سے پڑھنا چاہئیے اسطرح نہ پڑھنا چاہیئے۔ جسطرح یہود نصاریٰ اور آریہ قرآن و حدیث کو پڑھتے ہیں ٭

دسویں بات الفقیہ کے پادر ہوا مضامین کا یہ ایک نمونہ ہے۔ ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ مولانا اخگر اپنی تردید آپ کر رہے ہیں فرماتے ہیں

"کیا مرزا صاحب کو مکالمہ الٰہی کا شرف حاصل تھا یہ ایک ایسا دعوٰی ہے جس کی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی"

اب ظاہر ہے کہ مولانا نے تائید تو نہیں کی۔ تردید کی اور کرتے ہیں۔ سو در حقیقت یہ اپنی ہی تردید فرما رہے ہیں کہ حضرت اقدس علیہ السلام کے دعوٰی مکالمہ الہیۃ کی۔ ہم کیا کریں اور کیا کہیں وہ خود کہتے ہیں کہ اس دعوٰے کی تائید یا تردید کسی شہادت سے نہیں ہو سکتی۔ سو دعوٰی مکالمہ الہیۃ کی تردید میں جو مضمون انہوں نے لکھا۔ اس کی تردید خود ہو گئی کیونکہ دعوٰی مکالمہ الہیۃ کے متعلق وہ خود فرماتے ہیں کہ اسکی تردید کسی شہادت سے

Digtized by Khilafat Library

سرحدی شورش

کانفرنس صلح کی ابتدائی کارروائی

سر ہیملٹن گرانٹ کی زبردست تقریر

افغان لیڈر کا ڈرامائک جواب

کانفرنس کا افتتاح

راولپنڈی ۔ ۲۶ جولائی ۔ افغان صلح کانفرنس کا آج صبح افتتاح ہوا

افغان ڈیلی گیٹوں کے مزاج میں تبدیلی

شملہ ۲۷ جولائی ۔ آج صبح افغان ڈیلی گیٹوں کا مزاج بدلا ہوا تھا کل جب وہ راولپنڈی میں پہونچے تھے ۔ تو وہ ایسے خوش تھے ۔ جیسے کوئی تعطیل منا رہا ہو آج صبح وہ سخت رنجیدہ تھے ۔ اور انکے چہروں پر مسکراہٹ نہ تھی ۔ چونکہ ڈیلی گیٹ ٹھیک وقت پر نہ پہونچے ۔ اسلئے فلیگ سٹاف ہوس کے برآمدہ میں جو غالیچے بچھائے گئے تھے کہ وہ ان پر سے گذر سکیں اٹھا دیئے گئے جب افغان ڈیلی گیٹ پہونچے ۔ تو برٹش گارڈ صف بستہ ہو گئی اور چپ چاپ کھڑی ہو گئی ۔ لیکن نہ تو خمیدہ ہوئی اور نہ اسلحہ جات ہی پیش کئے

افغانوں کی وردی اور محافظ سپاہی

سوائے ہندو ڈیلی گیٹ کے باقی تمام ڈیلی گیٹ سرخ سبز یا نیلے رنگ کی پوری وردیاں پہنے ہوئے تھے ۔ جن پر طلائی لیس لگی ہوئی تھی ۔ سروں پر انہوں نے ٹوپیاں پہنی ہوئی تھیں ۔ جنمیں پر لگے ہوئے تھے ۔ ڈیلی گیٹوں میں سے ایک باریش بہت بوڑھے ہیں ۔ جو مسلح محافظ سپاہی اپنے ساتھ لائے ہیں ۔ وہ بہت دلچسپ ہیں ۔ یہ نہایت عمدہ آدمی ہیں ۔ جن کی رخساروں کی ہڈیاں اونچی ہیں ۔ اور چہرے بے داڑھی ترکمانی ہیں ۔ انہوں نے خاکی وردیاں اور ٹوپیاں اور نرم دنگلش بوٹ پہنے ہوئے تھے یہ سپاہی تازہ ترین نمونہ کی چھوٹی سی انفیلڈ بندوقوں سے مسلح تھے ۔ اور انکے دائیں پہلو پر سنگین اور بائیں پر چھرا لٹکتی تھی ۔ ان آدمیوں نے ڈیلی گیٹوں کے ساتھ دربار روم میں داخل ہونا چاہا ۔ لیکن انہیں روکدیا گیا ۔ اسپر وہ عقبی کمرے میں چلے گئے ۔ لیکن وہاں سے بھی انہیں سگریٹ پیش کرکے باہر بھیجا گیا ۔

سر ہیملٹن گرانٹ کی تقریر

یہ تقریر نہایت مضبوط لہجہ میں کی گئی ۔ اور توقع کے خلاف افغانوں نے سخت الفاظ کو بغیر کسی بڑبڑاہٹ کے سنا ۔ بلکہ بعض تو اسوقت جبکہ ہر ایک معاملہ پر بحث کی جاتی تھی ۔ اپنا سر ہلا کر رضامندی ظاہر کرتے تھے

صاف بیانی

مسٹر ہیملٹن گرانٹ نے کہا کہ ” میرے دوستو! ہم یہاں صلح کرنے کی غرض سے جمع ہوئے ہیں اور مجھے اعتماد ہے کہ ہماری مشترکہ کوششوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تاریخ کی نہایت نامعقول [illegible] اور بے معنی لڑائیوں میں سے ایک کا خاتمہ ہو جائیگا ۔ میں مختصر طور پر واقعات بیان کرنا چاہتا ہوں تاکہ ہم ایک دوسرے کو صاف طور پر سمجھ سکیں ۔ مجھے یقین ہے کہ دونوں طرف سے صاف دلی اور صاف بیانی بہ نسبت کسی اور طریق کے ہمیں زیادہ جلدی منزل مقصود پر پہنچا دیگی ۔

امیر کی تخت نشینی

ان واقعات کا ذکر کرنے کے بعد جو امیر امان اللہ کو تخت پر بٹھانے کا موجب ہوئے ۔ سر ہیملٹن گرانٹ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ” جونہی گورنمنٹ ہند اور حضور ملک معظم کی گورنمنٹ کو اطمینان ہو گیا کہ یہ افغان لوگوں کی مرضی کے مطابق ہوا ہے ۔ حضور وائسرائے نے نہایت دوستانہ الفاظ میں امیر امان اللہ کو ایک خط لکھا تھا جسمیں اسے نیا امیر تسلیم کیا گیا ۔ ایسا کرتے ہوئے حضور وائسرائے نے بڑے اعتماد کے ساتھ امید ظاہر کی کہ دونوں گورنمنٹوں کے درمیان قدیم دوستی جاری رہیگی ۔ بلکہ یہ دوستی سابق کی نسبت اور بھی زیادہ مضبوط ہو جائیگی افغانستان کے ساتھ انقطاع دوستی سے زیادہ اور کوئی بات گورنمنٹ ہند کے خیال میں امکان سے باہر نہ تھی اسے اس سے کم کسی چیز کی خواہش نہ تھی ۔ کوئی بات اس سے کم اغلب معلوم ہوتی تھی ۔ جبکہ اچانک آسمان سے ایک گولہ کی طرح امیر امان اللہ کی افواج نے ہماری سرحد پر مداخلت کی ۔ اور اس نے ہمارے قبائل کو بھڑکانے اور خود ہندوستان کی حدود کے اندر سازش کرنے کی تحریک شروع کی ۔ لیکن گورنمنٹ افغانستان کے ساتھ ایک بے معنی جنگ شروع کرنے میں اسقدر ناراضمند تھی کہ حضور وائسرائے نے فوراً امیر امان اللہ کو ایک خط لکھا ۔ جسمیں آپنے ظاہر کیا ۔ کہ مجھے یقین نہیں آتا ۔ کہ امیر ایسے افعال کے لئے ذمہ دار ہو سکتا ہے ۔ اور اس سے کہا کہ وہ ان پر اظہار ملامت کرے ۔

امیر امان اللہ کا جواب ایک صاف انکار تھا ۔ جس کے ساتھ دھمکیاں بھی دی گئی تھیں ۔ اس لئے اگرچہ برٹش گورنمنٹ جنگ نہیں کرنا چاہتی تھی ۔ لیکن اس کے سوائے اب کوئی چارہ نہ تھا ۔ امیر کے بغیر کسی اشتعال کے کئے گئے حملے کے متعلق ہمارے پاس کافی تحریری ثبوت موجود ہے ۔

دو غلط اندازے

امیر اور اس کے مشیروں نے کن اغراض کی وجہ سے یہ کام کیا ۔ اس کے متعلق مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ صرف یہ کہنا کافی ہے کہ انہوں نے اپنے اندازوں میں دو بھاری غلطیاں کیں ۔ اول تو انہیں امید تھی کہ شمالی ہند کے ہندو اور مسلمان جن کے متعلق انہیں پیشتر ہی بتلایا گیا تھا کہ وہ کھلی بغاوت کئے ہوئے ہیں ۔ افغانوں کے حملہ کو خوش آمدید کہنے کے لئے ایک دل ہو کر بغاوت کر دینگے ۔ دوم انہیں امید تھی ۔ کہ سرحد پر ہمارے تمام قبائل مکمل بغاوت کر دینگے ۔ ان دونو باتوں میں انہیں مایوسی ہوئی ۔ ایسے مقامی فسادات اگرچہ وہ شدید تھے ۔

جیسے کہ ہندوستان میں ہوئے تھے۔ پہلے ہی دبائے گئے تھے۔ ہندوستان کی وسیع وفاداری نے اپنے آپ کو دوبارہ ظاہر کر دیا تھا۔ شروع سے ہی یہ صاف ظاہر تھا۔ کہ ہر دو ہندوؤں اور مسلمانوں کی نگاہ میں افغانوں کے حملے سے بڑھ کر اور کوئی بات قابل نفرت نہیں ہو سکتی۔ بلا شبہ امیر کے فعل پر شروع سے ہی ہندوستان بھر کی تمام اقوام نے سخت اظہار ناراضگی کیا تھا۔ والیان ریاست و رؤساء نے امداد پیش کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کی۔ اور ہمارے معاون نیپال نے ایک دفعہ پھر اپنی بہادر افواج ہمارے حوالہ کر دیں۔ اب اہل قبائل کے متعلق یہ ہے۔ کہ باوجود متعدد قبائل کی شدید غداری کے انہوں نے قابل تعریف وفاداری کے ساتھ اس تحریک کا مقابلہ کیا ہے۔ امیر کے صلاحکاروں نے ایک اور بات فراموش کر دی وہ یہ کہ جب افواج نے ایک ہندوستانی صوبہ کی سرحد پر دست درازی کی تو انہوں نے محض گورنمنٹ ہند کے خلاف ہی کارروائی نہیں کی تھی۔ بلکہ وہ برٹش سلطنت کی معہ اس کی غیر محدود ذرائع کے مخالفت کر رہے تھے۔ لیکن امیر کو جلد ہی اس جنگ کی بیوقوفی کا علم ہو گیا۔ اور اسنے صلح کے لئے اپیل کی ۔

صلح کے لئے اپیل

برٹش گورنمنٹ کافی طور پر حق بجانب تھی۔ کہ وہ اسوقت تک جنگ کو جاری رکھتی۔ جب تک کہ غیر مشروط مطالبت قبول نہ کرا لیتی۔ لیکن یہ یقین کرتے ہوئے کہ امیر اپنے جلد بازانہ فعل پر پشیمان ہے۔ انہوں نے اس کی درخواست کو دوستانہ سپرٹ میں قبول کیا۔ اور وہ شرائط پیش کیں۔ جن پر کہ لڑائی ملتوی کی جانی چاہیئے اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ ہم آج یہاں جمع ہیں۔ لیکن میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ آپ کو دو باتوں کو دل میں رکھنا چاہیئے۔ اول یہ کہ خود امیر نے یہ جنگ شروع کی تھی۔ اور دوئم یہ کہ امیر ہی اب صلح کے لئے درخواست کر رہا ہے۔ اس صورت میں حضور ملک معظم کی گورنمنٹ کو امیر کے ڈیلی گیٹوں سے پشیمانی اور پچھتاوے کے رویہ کی توقع کرنے کا حق حاصل ہے۔ حضور ملک معظم کی گورنمنٹ جوابی مطالبات یا جوابی دعاوی پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ البتہ اگر آپنے کسی معاملہ کے متعلق کوئی درخواست کرنی ہوگی۔ تو میں بڑی خوشی سے اُسے سنوں گا۔ لیکن میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ مجھے کسی قسم کے دعوے یا مطالبہ کو سننے یا اپنی گورنمنٹ کے سامنے پیش کرنے کا کوئی اختیار نہیں دیا گیا۔ یہ تنبیہ اور بھی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اگرچہ ہم نے اپنی طرف سے عارضی صلح کی شرائط پر نہایت احتیاط سے عمل کیا ہے۔ افغانستان نے ایک سے زیادہ طریق پر نہایت صاف طور پر ان کی خلاف ورزی کی ہے۔ اسطرح تمام سرحد پر افغان افسر اور افغان ایجنٹ بجائے ان قبائل کو خاموش کرانے کے انہیں بھڑکانے کے کام میں لگے رہے ہیں۔ اور شاہ غازی خواجہ میر خان کی آفریدیوں کے ساتھ سازشیں اتنی ہی بدنام ہیں جتنی کہ وہ ناکامیاب ہوئی ہیں۔ برٹش گورنمنٹ نے یہ سب کچھ بڑے صبر اور بردباری سے برداشت کیا۔

زبردست لیکن رحیم

آپ دریافت کر سکتے ہیں کہ کیوں؟ میں آپ کو بتلاؤں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک معمولی سی سلطنت کے ساتھ جسکے ساتھ اتنی مدت تک اس کے دوستانہ تعلقات رہے ہیں شریفانہ طور پر سلوک کرنے کے لئے کافی بڑی اور کافی مضبوط ہے۔ اسے اس جنگ کے جاری رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن افغانستان کو جس کی خود مختاری اور بہبودی کو ترقی دینا اس کی زمانہ ماضی میں پالیسی رہی ہے۔ اسمیں ہر طرح نقصان ہے۔ گورنمنٹ کی آپ کے ملک کو مطیع کرنے یا ملحق کرنے کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ اگر اس کی ایسی خواہش ہوتی۔ تو اس سے بہتر اور کونسا موقعہ ہو سکتا تھا۔ جنگ کو جاری رکھا جائے۔ آخر کار انہیں افغانستان کے گذشتہ عقلمند حکمرانوں میں ضیاء الملت والدین اور سراج الملت والدین کی سابقہ دوستی کا خیال ہے۔ اور وہ بڑی خوشی سے ان کے جانشین کی طرف معافی اور صلح کا ہاتھ بڑھائے گی۔ بشرطیکہ وہ اسے ممکن بنائے۔ لیکن یہ مت خیال کرو کہ برٹش گورنمنٹ کو صلح کی ایسی خواہش کر وہ جو کچھ اسوقت برداشت کر چکی ہے اس سے زیادہ بھی جرأت کے ساتھ برداشت کرے گی شاید آپ نہیں سمجھتے۔ کہ عارضی صلح کے دوران میں معاملہ انقطاع کے کہاں تک قریب پہنچ چکا تھا۔ اس لئے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس خیال پر سودا نہ کریں کہ برٹش گورنمنٹ کا صبر غیر محدود ہے۔

ایک صاف تنبیہ

میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ اہل قبائل کے ساتھ سازشوں کا جاری رہنا ہمارے درمیان سلسلہ گفتگو کو ناممکن بنا دیگا۔ آپ بحیثیت دوربین میری بات پر یقین کریں کہ اگرچہ افغان بہادر ہیں اور اپنی خود مختاری کے از حد شائق ہیں۔ لیکن اگر جنگ از سرِ نو شروع کی گئی۔ تو اس کا وہ صرف ایک ہی نتیجہ ہوگا۔ اور اسوقت برٹش گورنمنٹ کی شرائط اس سے بہت مختلف ہونگی۔ جو وہ اب پیش کرنے کے لئے تیار ہے۔ مجھے اندیشہ ہے۔ کہ مجھے ایسی کارروائی کو متعدد ناخوشگوار باتوں سے شروع کرنا پڑا ہے۔ لیکن جب بیماری ہوتی ہے۔ یہ ضروری ہوتا ہے۔ کہ پہلے بدمزہ دوائی کھائی جاوے۔ جو مٹھائی بدمزگی کو دور کرتی ہے وہ بعد میں آتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اب ایسا ہی ہوگا یعنی اپنے بحث مباحثہ کو غلط فہمی سے صاف کر کے ہم اس کے بعد فائدہ کو محسوس کر سکیں۔ آپ ہمارے مشترکہ کاموں میں میرے ساتھیوں اور مجھ میں ہمدرد و معاون پائینگے۔ شاید یہ ایک عمدہ فال ہے۔ کہ مجھے آپ میں سے بعض کے ساتھ پہلے دو موقعوں پر ملنے کا اتفاق ہو چکا ہے۔ جب دونوں گورنمنٹوں کے درمیان دوستی کے تعلقات زیادہ مضبوط کئے گئے تھے۔ اول عرصہ ۱۴ سال کا ہوا۔ کابل میں اور پھر امیر مرحوم کی (جن کی ذاتی دوستی کو میں ہمیشہ فخر کے ساتھ یاد رکھوں گا) سیاحت ہند کے دوران میں ۔

حیرت انگیز جواب

شملہ ۲۸ر جولائی۔ ہمعصر سول ملٹری گزٹ کا خاص نامہ نگار ایسوسی ایٹیڈ پریس کے ساتھ انتظام کر کے ۲۶ر جولائی کو راولپنڈی سے تار دیتا ہے کہ "منگل کے روز جب سر ہملٹن گرانٹ افغان ڈیلی گیٹوں کے سامنے اپنی موثر تقریر ختم کر چکے۔ اور مؤخر الذکر بظاہر سنجیدگی

کے ساتھ اسے سُن چکے۔ تو سردار علی احمد خان پریزیڈنٹ افغان ڈیپوٹیشن نے اُٹھ کر ایک حیرت انگیز جواب دیا۔ اسبات پر اظہار شکریہ کرنے کے بعد کہ سر ہملٹن گرانٹ جیسے معزز افسر کو کانفرنس میں وائسرائے کا قائمقام مقرر کیا گیا۔ سردار علی احمد نے کہا کہ جب دو ممالک برسرِ جنگ تھے۔ اور دونوں لڑائی بند کرنے کے خواہشمند ہیں تو دونوں طرف سے کچھ بُردباری ہونی چاہیئے۔ اور انہیں سے ہر ایک کو اس سے احتراز کرنا چاہیئے۔ کہ وہ دوسرے کو شرائط پیش کرے۔ ورنہ اس راستہ میں جو دونوں طے کرنا چاہتے ہیں۔ روکاوٹیں حائل ہو جائینگی میں موجودہ جنگ کے بواعث کے متعلق سر ہملٹن گرانٹ سے اتفاق رائے نہیں کرتا۔ لیکن اس امر کے متعلق میں بعد میں کہوں گا۔ سردار علی احمد نے اسبات سے انکار کیا کہ افغانوں نے پہلے صلح کی درخواست کی تھی۔ سب سے پہلے برٹش گورنمنٹ نے درخواست کی تھی کیونکہ کیا گورنمنٹ ہند نے شملہ میں افغان سفیر سے اس کے کابل کو واپس آنے سے پہلے نہیں کہا تھا کہ اگر افغان صلح کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ اپنے ڈیپوٹیشن بھیج سکتے ہیں۔ سفیر کے کابل میں اسبات کا ذکر کرنے پر ہی ڈیپوٹیشن صلح کو باہر بھیجا گیا تھا۔ سر ہملٹن گرانٹ کے اس بیان کے متعلق کہ برٹش گورنمنٹ افغان گورنمنٹ کی نسبت اسقدر زیادہ طاقتور ہے۔ کہ اگر جنگ جاری رہی۔ تو اس کا صرف ایک ہی نتیجہ ہوگا۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ فی الحال برطانیہ کے پاس زیادہ ملکوں۔ فوجیں اور ہوائی جہاز ہیں۔ لیکن کیا جرمن جنگ میں جرمنوں کی ٹھیک یہی حالت نہ تھی؟ کیا لنڈن پر جرمنوں نے ایسے ہی اچانک بم نہیں گرائے تھے۔ جیسے کہ برطانیوں نے کابل پر گرائے ہیں۔ باوجود اس کے آخر میں کون فتحیاب ہوا تھا۔ برطانیہ نے اس لئے فتح پائی۔ کہ وہ متحد تھے۔ ایسے اتحاد کے امکانات افغانستان کے لئے بھی کھلے ہیں۔ نیز ان حالات میں صلح کانفرنس کا ایک فریق دوسرے کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر لڑائی جاری رہی تو ہم ضرور فتحیاب ہوں گے۔ گورنمنٹ ہند کو یہ خیال کرنے کی غلطی نہ کرنی چاہیئے کہ افغان ایک نا سمجھے ہوئے اور جاہل لوگ ہیں۔ جرمن جنگ نے افغانوں اور دیگر اقوام کے درمیان ایسی خواہشات پیدا کر دی ہیں کہ جن کا اطمینان کیا جانا چاہیئے۔ اگرچہ برطانیہ کلاں کی دوستی افغانستان کے لئے ضروری ہے۔ لیکن یہ اسقدر ضروری نہیں ہے جتنی کہ افغانستان کی دوستی کی برطانیہ کلاں کو ضرورت ہے۔ اس کے بعد سردار علی احمد نے بولشیوازم کا ذکر کیا۔ اس نے کہا کہ بولشیوازم اور ہندوستان کے درمیان صرف افغانستان ہی ایک رکاوٹ ہے۔ افغانستان کے ساتھ ایک بھاری جنگ اس رکاوٹ کو مضبوط کرنے کی بجائے تباہ کر دیگی اور اگر برطانوی جنگ میں فتحیاب بھی ہوئے۔ تو ایسی فتح ہندوستان پر بولشیوازم کے ایسے طوفان کو داخل کر دیگی جس کے نیچے روس پیشتر ازیں غرق ہو چکا ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان ایک منصفانہ اور باعزت صلح کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ بولشیوازم ہمیشہ کے لئے وہیں تک ہی رُک جائے گی۔

سردار علی احمد کے بیٹھ جانے کے بعد یہ اعلان کیا گیا کہ اب اجلاس کی باضابطہ کارروائی ختم ہو گئی ہے باقی کارروائی اغلباً بند کمرہ میں ہوگی۔ اور اغلباً کانفرنس کے ختم ہونے تک اسبات کی کوئی اطلاع پبلک کو نہیں دیجائے گی کہ کیا ہو رہا ہے۔ بلاشبہ اگر افغانوں نے اپنے آپ کو ضدی اور غیر مدلل ثابت کیا۔ تو سر ہملٹن گرانٹ کو کانفرنس کے خاتمہ کا اعلان کرنا پڑیگا اور انہیں سرحد کے پار واپس بھیجنا پڑے گا۔ بلاشبہ کل ریلوے حکام سے دریافت کیا گیا تھا کہ اس مقصد کے لئے ایک سپیشل ٹرین حاصل کرنے کے لئے کتنی دیر پہلے نوٹس دیا جانا ضروری ہے۔

ضرورت نکاح

بوجہ غیر احمدی رشتہ داروں میں شادی ہو جانے کے بندہ علیحدہ ہو گیا ہے اور اب ارادہ احمدی خاندان میں نکاح ثانی کا ہے اگر قادیان یا دیگر اصحاب تعلقات پیدا کرنا چاہیں تو پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں۔ خاکسار رحیم بخش دھرم کوٹ بگہ ضلع گورداسپور کا باشندہ ہے۔ عمر ۲۰ سال ہے۔ تنخواہ فیلڈ پر ۱۵۰ کے قریب ملتی ہے۔ رشتہ بیوہ یا کنوارا ہو۔ شیخ عبد المجید پوسٹل کلرک۔ بمقام ہر انگ۔ براستہ کوئٹہ ملک بلوچستان

نہایت عمدہ تسری مال

بھاگلپور کا نہایت عمدہ تسری مال۔ پگڑی ہر قسم کوٹ اور قمیض کا کپڑا اپنے احباب کے فائدہ کیلئے منگوایا ہے حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب اسی قسم کی سبز پگڑی باندھتے ہیں اس قسم اور دوسرے رنگوں کی بکفایت مہیا کی جا سکتی ہیں۔ جو صاحب جس قسم کی پگڑی، کوٹ، قمیض کا کپڑا منگوانا چاہیں۔ خاکسار کو اطلاع دیں۔ نیز سلسلہ احمدیہ کی ہر قسم کی کتب مجھ سے منگوائیں۔

المشتہر۔ محمد فاضل بھاگلپوری قادیان۔ ضلع گورداسپور

سامان ہائے سکول و دفاتر کیلئے احمدیوں کا اپنا کارخانہ کھلا ہوا ہے۔

احمدی بھائیوں کی خدمت میں جو کہ سکولوں یا دفاتر میں دسترس رکھتے ہوں۔ اطلاع دیجاتی ہے کہ کارخانہ ہذا میں حسب ذیل سامان بکثرت تیار رہتا ہے۔

(۱) سنگل ڈیسک	(۷) سائنس المارہ
(۲) ڈبل ڈیسک	(۸) ایوانگ ریک شیٹ
(۳) ٹیچر ڈیسک	(۹) میپ ریک
(۴) اسٹول	(۱۰) میپ سٹینڈ
(۵) پکچر گیلری	(۱۱) بال فریم
(۶) سائنس ٹیبل	(۱۲) فائل باسکٹ

بوقت ضرورت طلب فرماویں

پتہ:۔ ایم فیض احمد اینڈ سنز کشمیر سٹیٹ ورکس جموں توی

رفیق حیات

بابوس العلاج مریضوں کو سچی ہمدردی اور دیانتداری کے ساتھ مشورہ دینے کے علاوہ علمی۔ طبی۔ اخلاقی علوم پر بحث کرنیوالا واعظ ہوا یہی رسالہ ہے۔ جو کہ ہر ماہ کی ۵ تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے۔ اطبا کو خصوصاً اور دوسرے اصحاب کو عموماً اس رسالہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اس کا سالانہ چندہ صرف دو روپیہ۔ نمونہ کے ۲ کے ٹکٹ آنے چاہیئں

ملنے کا پتہ:۔ رفیق حیات قادیان (پنجاب)

(باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں حسب حکم مالکان کے لئے شائع ہوا)